23

جماعت احمدیہ تبلیغِ احمدیت کس رنگ میں کرے

(فرمودہ 8 اکتوبر 1943ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو مخاطب فرمایا ہے اور جن الفاظ میں مخاطب فرمایا ہے وہ ہمارے لئے اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ حضرت نوحؑ ان نبیوں میں سے سمجھے جاتے ہیں جو دنیا پر بہت بڑا عذاب لائے تھے۔ ایسا عذاب لانے والا نبی بھی اگر ہمارے لئے ہدایت و رشد کا ایسا سبق پیش کرتا ہے جو نرمی اور عفو پر مبنی ہے تو وہ انبیاء جن کی تعلیم عفو اور رحم پر زیادہ مشتمل ہے ان کی امتوں کی ذمہ داری تو اور بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ 1 اس آیت میں انہوں نے اپنی تبلیغ کا طریق بیان فرمایا ہے۔ اور وہ ہتھیار اور حربہ بھی بیان فرمایا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مخالفوں پر غالب آنے کی امید رکھتے ہیں۔ اس آیت میں تین باتیں ہیں جن کے متعلق وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ذریعہ مَیں اپنے مخالفین کا مقابلہ کروں گا۔ گویا یہ تین ہتھیار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملے تھے۔ پہلا ہتھیار یہ ہے۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ مَیں تمہارے سامنے وہ تعلیم پیش کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھے ملی ہے۔ رب کا لفظ عربی زبان میں ایسی ہستی کے لئے بولا جاتا ہے کہ جو ادنیٰ حالت سے ترقی دے کر کمال تک پہنچاتی ہے۔ گویا زندگی کے تمام شعبوں کے ساتھ اس کا

واسطہ ہوتا ہے۔ ہم مٹی کا ایک کھلونا بناتے ہیں۔ جہاں تک اس کی ظاہری شکل کا تعلق ہے اس کی تیاری کی کیفیتوں سے ہم واقف ہوتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کتنا خلا ہے۔ اس کا سر ٹھوس ہے یا اندر سے خالی ہے۔ لیکن ہمارا علم اس کے متعلق اس وقت سے شروع ہؤا جب کھلونا بنانے کے لئے ہم نے مٹی کو گیلا کیا۔ اس سے قبل مٹی پر جو جو حالات گزرے اور وہ جن جن کیفیتوں سے گزری ہے ان سے ہم واقف نہیں ہو سکتے۔ مٹی کو گیلا کرنے کے بعد سے اس کا کھلونا بنانے تک کی حالتوں سے تو ہم آگاہ ہو سکتے ہیں مگر اس سے پہلے کی حالتوں کے بارہ میں ہمیں کوئی علم نہیں۔ جو حالت ہمارے ہاتھ سے اس پر وارد نہیں ہوئی اس کے متعلق ہم نہ تو کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن جو ہستی پہلی حالتوں کی بھی واقف ہو۔ وہ ساری کی ساری کیفیات کو جان سکتی ہے۔ ایک بڑھئی لکڑی کی کوئی چیز بناتا ہے۔ وہ بتا سکتا ہے کہ یہ اس طرح بنائی گئی ہے۔ مگر لکڑی کے اندر اگر کوئی مخفی کیڑا ایسا ہو جسے انسان نہیں جانتا اور ایسا باریک ہو کہ نظر بھی نہ آتا ہو اور وہ چند ہی روز میں اس لکڑی کو کھالے اور اس چیز کو برباد کر دے تو اس بڑھئی پر اس کی ذمہ داری نہیں ہو سکتی کیونکہ لکڑی کی تمام حالتوں اور کیفیتوں کا اسے کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ تمام وہ حالتیں جو شروع سے آخر تک کسی چیز پر گزری ہیں ان کا علم رب کو ہی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ کہ میں تمہیں وہ رسالات پہنچاتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے ہیں۔ اور رب وہ ہے جو میری تمام طاقتوں اور قوتوں کو جانتا ہے۔ اور اس لئے وہ مجھے کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتا جو میری طاقت اور قوت سے باہر ہو۔ اگر اس نے ان پیغاموں کو پہنچانے کا مجھے حکم دیا ہے تو وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں ان کو پہنچا سکوں گا اور تمہیں زیر کر سکوں گا۔ ایک ناواقف شخص تو کسی کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر لاد سکتا ہے اور اسے حکم دے سکتا ہے کہ اسے اٹھا کر فلاں مقام پر لے جاؤ۔ حالانکہ ممکن ہے اس میں اتنا بوجھ اٹھا کر وہاں تک پہنچنے کی ہمت نہ ہو۔ اور وہ پہلی منزل پر پہنچ کر ہی رہ جائے۔ مگر خدا تعالیٰ جو میری طاقتوں سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ جب کوئی پیغام مجھے دیتا ہے تو وہ یقیناً ایسا ہی ہے جو میں پہنچا سکتا ہوں۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے رِسٰلٰتِ رَبِّيْ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ کیونکہ یہ

اس کا پیغام ہے۔ اور جو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ تک پہنچا تا ہے وہ اس حالت سے بھی واقف ہے جو باپ کے نطفہ میں تھی اور پھر وہ ماں کے رحم میں رہنے کے حالات سے بھی واقف ہے۔ میں جب پیدا ہؤا تو اس کے حکم سے ہؤا۔ ماں کی چھاتیوں میں میرے لئے دودھ اسی کے حکم سے پیدا ہؤا۔ جتنے بھی تغیرات لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں سالوں سے ہوتے آئے ہیں وہ اس کے حکم اور اس کے علم سے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میری طاقتوں اور قوتوں سے جتنا واقف ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میں خود بھی اتنا واقف نہیں ہو سکتا۔ اور جب وہ مجھے کہتا ہے کہ یہ پیغام پہنچا دو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ میں یقیناً اسے پہنچا سکوں گا۔ وہ میری طاقتوں کو خوب جانتا ہے۔ اور پھر جو پیغام اس نے دیا ہے وہ اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا ہے کہ وہ ضرور پہنچایا جاتا ہے۔ اور جس قوم کو وہ پیغام دیا جاتا ہے وہ بھی یہ طاقت رکھتی ہے کہ اسے سن سکے کیونکہ یہ پیغام ان کے رب کی طرف سے ہے جو ان کی طاقتوں سے خوب واقف ہے۔ اس سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ غلط پیغام دے گا یا اسے دے گا جس میں اسے پہنچانے کی طاقت نہ ہو۔ دوسرا لفظ اس جملہ میں رِسٰلٰت کا ہے۔ اس سے بتایا کہ میرے رب نے یہ باتیں مجھے بطور پیغام دی ہیں۔ یعنی اس کام میں دوسروں کی طاقت کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ تمہاری طاقت کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس پیغام کو ماننے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ غرض رِسٰلٰت کا لفظ استعمال کر کے گویا حضرت نوحؑ یہ بتاتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ میں اسے پہنچا سکوں۔ اور تمہارے اندر بھی یہ طاقت رکھی ہے کہ اسے قبول کر سکو۔ تیسرا اشارہ حضرت نوحؑ کے اس جملہ میں اُبَلِّغُكُمْ کے لفظ میں پایا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں خوب اچھی طرح اس پیغام کو پہنچا رہا ہوں اور پہنچاؤں گا۔ بعض دفعہ ایک انسان کوئی کام کرنے کے قابل تو ہوتا ہے مگر وہ اپنی تمام طاقتیں استعمال نہیں کرتا مگر تبلیغ کے لفظ نے بتا دیا ہے کہ جہاں حضرت نوحؑ اپنی قابلیت کا اعتراف کرتے ہیں اور پیغام ایسا ہے کہ پہنچایا جاسکے اور سننے والے اسے سننے اور قبول کر لینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہاں وہ اس امر کا بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اپنے فرض کو کماحقہٗ ادا کرتا ہوں۔ اور پیغام کو پوری طرح پہنچا رہا ہوں۔

یہ تینوں امر کسی تعلیم کو دوسرے تک پہنچانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

1۔ اسے ایسے شخص کے ذریعہ دوسروں تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے جو پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو۔
2۔ جن کو وہ پہنچائی جائے وہ اس کے ماننے کی قابلیت رکھتے ہوں۔
3۔ یہ کہ جن کے سپرد اس تعلیم کا پہنچانا ہو وہ اسے پوری طرح پہنچا بھی دیں۔

غرض رب کا لفظ کہہ کر یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو جو اس کام پر مقرر فرمایا تو اسے اس کام کے کرنے کے قابل سمجھ کر مقرر فرمایا ہے۔ پھر رِسٰلٰت کا لفظ رکھ کر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو بھی اس قابل سمجھا کہ وہ اس پیغام کو سن لیں۔ اگر وہ اس قابل نہ ہوتے تو اس پیغام کے لئے رِسٰلٰت کا لفظ استعمال نہ کیا جا سکتا تھا۔ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر یہ طاقت رکھی ہے کہ میں اس پیغام کو پہنچا سکوں اور تمہارے اندر یہ طاقت رکھی ہے کہ اسے قبول کر سکو۔ تیسری بات اُبَلِّغُکُمْ کے لفظ سے یہ بیان فرمائی اور بتایا کہ حضرت نوحؑ اس پیغام کو خوب اچھی طرح پہنچاتے ہیں اور آئندہ پہنچائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ باوجود بیماری کے آپ رات دن لگے رہتے تھے۔ اور اشتہار پر اشتہار دیتے رہتے تھے۔ لوگ آپ کے کام کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ ایک اشتہار دیتے تھے اس کا اثر دور نہیں ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے مخالفت میں جو جوش پیدا ہوتا تھا وہ ابھی کم نہ ہوتا تھا کہ دوسرا اشتہار آپ شائع کر دیتے تھے۔ حتّٰی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ایسے موقع پر کوئی اشتہار دینا طبائع پر بُرا اثر ڈالے گا مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ لوہا گرم ہی کوٹا جا سکتا ہے۔ اور ذرا جوش ٹھنڈا ہونے لگتا تو فوراً دوسرا اشتہار شائع فرما دیتے تھے۔ اس کی وجہ سے پھر مخالفت کا شور بپا ہو جاتا۔ آپ نے رات دن اسی طرح کام کیا۔ اور یہی ذریعہ کامیابی کا ہے۔ اگر یہ ذریعہ ہم اختیار کریں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بات کا خیال نہ کرنا چاہیئے کہ مخالفت کم ہونے دی جائے۔ جماعت کا ایک حصہ جو پیغامی اعتراضات سے ڈر جاتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ بعض اوقات خواہ مخواہ جوش دلایا جاتا ہے اور ناواجب طور پر مخالفت کی آگ کو بھڑکا لیا جاتا ہے۔ مگر یہ خیال درست نہیں۔ اُبَلِّغُکُمْ میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ رات دن ایک کر کے کام کرنا چاہیئے اور تبلیغ

کے کام میں کسی وقت سستی نہ آنے دینی چاہیئے۔ اُبَلِّغُکُمْ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ میں تبلیغ کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتا ہوں۔

اس سے آگے ایک اور ضروری سبق دیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں وَ اَنْصَحُ لَکُمْ۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اخلاص کے ساتھ تبلیغ کرنی ضروری ہے۔ وہ شخص جسے تبلیغ کی جائے وہ محسوس کرے کہ اسے تبلیغ کرنے والا دن رات اس کی خیر خواہی میں لگا ہوا ہے۔ عملاً اس سے ایسی ہمدردی ہونی چاہیئے کہ اسے ہمدردی کا یقین ہو جائے۔ یہ خیر خواہی اور ہمدردی ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے تبلیغ مؤثر ہو سکتی ہے۔ پرانے اطباء نے لکھا ہے کہ جب کوئی دوائی بے اثر ہو جائے اور طبیعت کے ساتھ مل جائے تو اس کے ساتھ دار چینی ملا دینی چاہیئے۔ اس سے وہ پھر نفوذ پیدا کرتی ہے۔ گویا دار چینی اثر کو بڑھا دیتی ہے۔ اسی طرح جو تعلیم خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے ہمدردی اور خیر خواہی اس کے اثر کو بڑھانے کے لئے بمنزلہ دار چینی ہے۔ نُصحٌ خیر خواہی کو کہتے ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ کی تعلیم کے ساتھ خیر خواہی کی دار چینی نہ ملائی جائے اثر پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تعلیم آتی ہے وہ بے شک نہایت اعلیٰ ہوتی ہے مگر پھر بھی اسے لوگوں کے دلوں میں داخل کرنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اسے پہنچانے والے اخلاص سے کام لیں۔ اور اپنی ہمدردی کا یقین دلائیں۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ وہ کہتے رہیں وہ مارا، وہ تباہی آئی بلکہ ایسی ہمدردی اور خیر خواہی ہونی چاہیئے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ ہمارے باپ اور ماں سے بھی زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔ بلکہ تکلیف دینے اور مخالفت کرنے والوں کے ساتھ بھی ہمدردی ضروری ہے۔

رسول کریم ﷺ کی مثال ہمارے سامنے ہیں۔ طائف کے لوگوں نے جب آپ پر پتھر برسائے تو جس وقت آپ واپس آرہے تھے جبریل آئے اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس زمین کا تختہ الٹا دوں۔ مگر آپ نے فرمایا نہیں۔ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔[2] ان لوگوں کو سزا نہ دی جائے کیونکہ ان کو علم نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی روایت ہے۔ مولوی صاحب اوپر کے کمرہ میں تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نچلے کمرہ

میں دعا فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب کی روایت ہے کہ مجھے یوں معلوم ہؤا کہ جیسے کوئی عورت دردِ زِہ کی وجہ سے کراہ رہی ہے۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ الٰہی لوگ طاعون سے مرتے جا رہے ہیں۔ اگر دنیا اس طرح تباہ ہوتی گئی تو ایمان کون لائے گا۔ حالانکہ طاعون آپ کی صداقت کا ایک نشان تھی مگر اس کے ساتھ ہی ایسی شفقت آپ کے دل میں تھی کہ طاعون سے ہلاک ہونے والوں کے متعلق آپ اس طرح تکلیف محسوس کرتے تھے جیسے کوئی اپنے کسی عزیز کی موت پر تکلیف محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ مرنے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے جو آپ کی مخالفت کرتے تھے۔

تو یہ چیز ہے جو دوسرے پر اثر کرتی ہے۔ خالی مُنہ کا وعظ خواہ وہ خدا تعالیٰ کی باتوں پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو اتنا اثر نہیں کرتا۔ جیسے کوئی غذا خواہ کتنی اعلیٰ اور کتنی مفید کیوں نہ ہو جو شخص بیمار ہے، جس کے اندر صفراء ہے وہ اسے ہضم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تعلیم آتی ہے۔ روحانی بیمار اسے ہضم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ اس کے ساتھ نُصْحٌ نہ ہو۔ اگر تبلیغ کرنے والے کے دل میں ہمدردی اور خیر خواہی ہو۔ وہ یہ خیال کرے کہ اگر یہ مرا تو ہم بھی ساتھ ہی مریں گے۔ تو اس سے دشمن کا روحانی صفراء دور ہو جاتا ہے اور دل میں خشیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور تبلیغ کی دوا اثر کرنے لگتی ہے۔ اور بیمار اس تعلیم کو ہضم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ایک اور بات جو حضرت نوحؑ نے بیان فرمائی یہ ہے کہ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اول تو ایسی تعلیم تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے بھیجی ہے۔ جس کے متعلق مجھ میں یہ قابلیت ہے کہ اسے پہنچا سکوں اور میں پہنچا بھی رہا ہوں۔ اور میرے اس پہنچانے میں ایسی محبت، اخلاص اور خیر خواہی بھری ہے کہ ممکن نہیں کہ تم میں سے شریف الطبع لوگ پیچھے ہٹ سکیں۔ ہر شریف انسان میری محبت اور اخلاص کو دیکھ کر ضرور غور کرے گا۔ اور جب غور کرے گا تو فائدہ بھی اٹھائے گا۔ لیکن جو غور نہیں کریں گے اور فائدہ نہ اٹھائیں گے تو اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آنے والا ہے جو ان کو تباہ کر

دے گا۔ جہاں باقی باتیں پہلے بیان کی ہیں وہاں یہ عذاب کی بات بعد میں رکھی ہے۔ اور پھر اس کی وضاحت نہیں کی بلکہ اسے مخفی رکھا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ جو نہیں مانیں گے ان کا سر کچل دیا جائے گا، وہ تباہ ہو جائیں گے بلکہ فرمایا کہ نہ ماننے کی صورت میں مجھے کچھ ان باتوں کا علم ہے جو تمہیں نہیں۔ بعض لوگ تو تبلیغ و رسالت سے متاثر ہو کر مان لیتے ہیں لیکن جن کے قلوب میں کوئی مرض ہو اور معمولی مرض ہو وہ نُصح سے دور ہو جاتا ہے۔ مگر جن کے دلوں میں ایسا مرض ہو کہ وہ کسی طرح نہ ماننے والے ہوں تو ان کے بارہ میں مجھے ایسی بات معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ اس میں انذار کا پہلو ہے اور انذار بھی کبھی مفید ہوتا ہے۔

پس ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ اس رنگ میں تبلیغ کریں کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو پیش کریں۔ اپنے نفس کی باتیں نہ کریں۔ وہ علم دنیا کے سامنے پیش کریں جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اور پھر اسے ساری طاقت کے ساتھ پیش کریں۔ دن رات ایک کر کے تبلیغ کریں۔ ہر شخص کے سامنے اس کی عقل اور سمجھ کے مطابق دلائل کو پیش کریں۔ اور سادہ رنگ میں بات کو پیش کیا جائے۔ اور اپنے اوپر وہ بوجھ نہ ڈالا جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ بعض یونہی اپنے اوپر کوئی ذمہ داری لے لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات بیان فرمائی کہ عربی ام الالسنہ ہے تو بٹالہ کے ایک شخص نبی بخش نے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے جو یہ نکتہ بیان فرمایا ہے اس کا ثابت کرنا اب میرے ذمہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ میں ہر بات قرآن شریف سے ثابت کر سکتا ہوں۔ اس زمانہ میں بوروں 3 کی لڑائی ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا قرآن شریف میں اس کا ذکر ہے؟ تو جھٹ کہہ دیا کہ قَوْمًا بُوْرًا جو آیا ہے۔ گویا انہوں نے اپنے سر پر وہ بوجھ اٹھا لیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا نہ کیا تھا۔ پس چاہیئے کہ تبلیغ میں جہاں دوسرے کی قابلیت کا خیال رکھا جائے اپنی قابلیت کا بھی رکھا جائے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جس شخص کو قرآن نہیں آتا وہ بھی ضرور تفسیر بیان کرنا اپنا فرض سمجھے۔ یا عربی نہ آتی ہو تو بھی ضرور عربی دان ثابت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے حسب حال دلائل رکھے ہیں۔ وہی پیش کرنے چاہئیں۔ یہ غلطی ہے کہ دوسرے کے کام کو اپنے ذمہ لے لیا جائے۔ ایک اور غلطی بعض لوگ تبلیغ میں یہ کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ کی

کج بحثی شروع کر دیتے ہیں اور ملنٹوں کی طرح سارا سارا دن لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ طریق بالکل غلط ہے۔ چاہیئے کہ جسے تبلیغ کی جائے وہ محسوس کرے کہ اس مبلغ کے دل میں میرے لئے حقیقی درد اور سچی ہمدردی ہے۔ اس طرح بھی اگر اثر نہ ہو تو مومن کو یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو ضرور پھیلانا ہے۔ اس لئے جو بھی اس کی راہ میں روک بنے گا اور مقابلہ پر آئے گا وہ ضرور تباہ ہو گا۔ یہ یقین بھی کئی دلوں کو پھیر دیا کرتا ہے۔ مگر یہ بات سب سے آخر میں ہونی چاہیئے کیونکہ جو گُڑ سے مَر سکے اسے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں جو محبت، اخلاص اور خیر خواہی سے نہیں مانتے۔ عذابِ الٰہی انہیں تباہ کر دیتا ہے۔

ہمارا فرض صرف اتنا ہے کہ یہ بھی بتا دیں کہ نبیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تلوار بھی ہوتی ہے اور جو لوگ نرمی اور محبت سے نہیں مانتے اللہ تعالیٰ کی تلوار انہیں کاٹ دیا کرتی ہے۔" (الفضل 9 نومبر 1943ء)

1: الاعراف: 63

2: صحیح مسلم کتاب الجهاد باب غزوة احد وباب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین

3: بُوروں: ایک قوم کا نام